احساس

شعری مجموعہ

زاہد قریشی

اجتنابس

نام کتاب	احساس (شعری مجموعہ)
مصنف	زاہد قریشی
بار اوّل	ایک ہزار
سال اشاعت	اپریل ۱۹۸۴ء
قیمت	دس 10 روپے
کتابت	ساجد جمیل
ناشر	منصور پبلیشرز

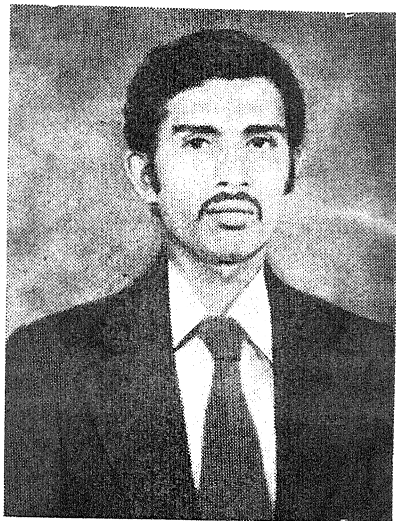
6-346
روپ لعل بازار شاہ علی بنڈہ حید
500265

ٹائیٹل: سلطان معین الدین قادری (دہلوی)

مطبوعہ: رفیق بشیر پریس، مچھلی کمان حیدرآباد ۲

ملنے کے پتے:

۱- الیاس بک ڈپو شاہ علی بنڈہ حیدرآباد
۲- حسامی بک ڈپو مچھلی کمان حیدرآباد
۳- ایم اے زاہد قریشی 346-6-20 روپ لعل بازار شاہ علی بنڈہ حیدرآباد



ڈستا ہے ہر اک موڑ پہ تنہائی کا احساس
شائد میرے حالات پہ دنیا کی نظر ہے

زاہد قریشی

۷۸۶

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

حضرت مولینا العلوم شاہ غلام احمد صاحب کلیمی مدظلہ العالی مفسر و محدث دکن

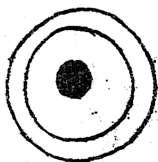


امسال جواں فکر شاعر زاہد قریشی کے کچھ نعتیہ اشعار دیکھے گئے اگر ایسی طرح شعر و سخن کا مشغلہ جاری رہے گا۔ تو یقیناً اچھے شاعر ہو جائیں گے ویسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدحت میں جو اشعار ہیں ان کے جذبات کے آئینہ دار ہیں۔

غلام احمد کلیمی

۸ رجمادی الثانی ۱۴۰۲ھ

احساس



پیام

الحاج جناب سلطان صلاح الدین اویسی

(ایم۔ ایل۔ اے)
(صدر کل ہند مجلس اتحاد المسلمین)

زاہد قریشی کا شعری مجموعہ "احساس" اس بات کا ثبوت فراہم کرتا ہے کہ وہ نہ صرف سیاسی ذہن رکھتے ہیں بلکہ ان کو شعر و ادب سے گہرا لگاؤ ہے۔ روز و شب کی سیاسی مصروفیات کے باوجود ایک شعری مجموعہ ترتیب دینا اُردو ادب سے محبت کی ایک اچھی مثال ہے۔ مجھے امید ہے کہ اہلِ ذوق حضرات اس مجموعۂ کلام کو پسند فرمائیں گے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف

"شاعرِ احساس" جناب محمد آغا مجاہد علی قریشی زاہد شہر حیدرآباد
کے معتبر و متمول گھرانہ کے فرد ہیں۔ ان کے خاندان کو حضرت آغا محمد داؤد صاحب
قبلہ رحمۃ اللہ علیہ (آغا پورہ) سے نسبت کا شرف حاصل تھا اسی وجہ سے
"آغا" خاندان کے ہر فرد کے نام کا جزو بن گیا۔

زاہد قریشی کے پدر بزرگوار محمد آغا دلاور علی قریشی
(مرحوم مغفور) نے اپنی بے شمار علمی خوبیوں اور کارگزاریوں کی وجہ
"آغا صاحب" کے نام سے معروف ہوئے۔ آغا صاحب

پدر بزرگوار

ٹوڈی اسپیشل کمپنی (الیس سروس) حیدرآباد کے جنرل منیجر کے فرائض
انجام دیئے۔ وہ نواب میر قدرت نواز جنگ اسٹیٹ کے تعلقدار رہ چکے
نیز محکمہ سیول سپلائی (راشن بندی) کے اعلیٰ عہدیدار کی حیثیت سے عوام کی
بے پناہ خدمت انجام دی۔

آغا صاحب قائد ملت بہادر یار جنگ کے قریبی ساتھیوں میں شمار

کئے جاتے تھے ۔ دارالسلام کے قریب ہنگامی حالات کے ایک وسیع علاقہ
میں مجلس اتحاد المسلمین کے سرگرم قائد کی حیثیت سے پولیس ایکشن کے
موقع پر نمایاں خدمات انجام دیں جیسے گنگا باؤلی کے مقام پر
"مہاجرین" کیمپ کروا کر اضلاع کے ہزار ہا لٹے پٹے مسلمان لوگوں کو
بسایا ۔

آغا صاحب "وقت کے قطب دکن" حضرت شاہ غلام غوث کلیم نوشی
رحمت اللہ علیہ خلیفہ حضرت سردار بیگ صاحب رحمت اللہ علیہ
کے ہاتھ پر بیعت کی اور فیض حاصل کیا ۔

بعد ازاں پیر و مرشد کے جانشین حضرت شاہ غلام احمد صاحب کلیمی
مفسر و محدث دکن سے بھی نسبت کا شرف حاصل کیا ۔ آغا صاحب نے
اپنے پیر و مرشد کے نام سے ماہنامہ "کلیم" جاری کیا ۔ ایک
طویل عرصے تک اس "ماہنامے" کے ذریعہ مذہبی، علمی، ادبی
سیاسی، سماجی خدمات انجام دیں ۔

زاہد قریشی

شاعر "احساس" کے والد بزرگوار کی صلاحیتوں
اور کارگزاریوں کو بیان کر کے یہ بتانا مقصود
ہے کہ شاعر میں جو مذہبی اور سیاسی شعور اور خوبیاں موجود ہیں انھیں
ان کے والد سے ورثے میں ملی ہیں ۔

زاہد قریشی ایک مقامی لیڈر نیز ایک سماجی کارکن کی حیثیت سے بخوبی

اور بیروزگار عوام کے بے شمار مسائل کی یکسوئی کیلئے معاشی وسائل فراہم
کرتے ہوئے خدمات انجام دے رہے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے شہر
حیدرآباد کے ایک لاکھ سے زائد غریب اور بے گھر عوام کو حکومت
کی جانب سے پٹہ جات تقسیم کرانے سے متعلق ایک یادداشت مرکزی
حکومت میں پیش کی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی نے ان کے پروگرام کو بے حد
سراہا اور تیقن دیا کہ حکومت ہند ایسے سماجی کارکنوں کی ہمت افزائی
کرے گی۔
اور اس قسم کے کاموں میں ہر ممکنہ مدد دے گی۔ بہرحال زاہد قریشی
کی سیاسی اور سماجی خدمات لائق ستائش ہیں۔

تاثرات

اس "احساس" نامہ کی شاعرانہ حیثیت پر تبصرہ تو
کوئی شاعر ہی کر سکتا ہے۔ میرے لیے اس میں
جذب وکشش کا سامان شاعر کے جذبات
عشق ومحبت ہیں جو بارگاہ رسالت میں پیش کیے گئے اور صرف
یہی ایک جز احساس نامہ کی اور جواں سال شاعر کی مقبولیت
کے لیے کافی تھی۔ اللہ تعالیٰ اس مقبولیت کے پاک اثرات سے شاعر
اور متعلقین کو نوازے۔ آمین

آغا عثمان علی قریشی
پریسیڈنٹ اکسائز ڈپارٹمنٹ ایمپلائز ایسوسی ایشن
سروس (اے پی)

احساس

اظہار تشکر



یہ میری خوش نصیبی ہے کہ جس سرزمین دکن میں میں پیدا ہوا وہ صدیوں سے شعر وادب کا گہوارہ رہا ہے۔ اور جس میں لاثانی ادبی شخصیتیں پیدا ہوئیں جن کی تخلیقات میرے لئے روشنی کے مینار ہیں۔

میرا مجموعہ کلام "احساس" پہلا شعری مجموعہ ہے جس کو پیش کرنے کی میں نے جسارت کی۔ میں نے زمانے کے جن حالات کو محسوس کیا انھیں قلمبند کرنے کی پوری پوری کوشش بھی کی ہے۔ اب یہ فیصلہ کرنا میرے لئے دشوار کن مسئلہ ہے کہ میں اپنے جذبات کو قلمبند کرنے میں کہاں تک کامیاب رہا ہوں۔ یہ تو اہل ذوق احباب ہی بتا سکیں گے۔

یہ میرا پہلا ادبی تجربہ ہے اور ظاہر ہے کہ ابتدائی مراحل بڑے کٹھن ہوتے ہیں۔ اور پھر ایسے دور میں جبکہ اردو زبان بے شمار مسائل سے دوچار ہے اردو زبان کے شعراء اور ادیبوں کو جن جن مراحل سے گزرنا پڑتا ہے شاید ہی کسی اور زبان کے لئے ایسے مسائل درپیش ہوں گے۔

التماس

میں ادبی دنیا کے ایک طالب علم کی حیثیت سے امید کرتا ہوں
کہ میرے احساس کی ہمت افزائی ہوگی ۔

میں ان تمام بزرگوں اور دوستوں کا ممنون و مشکور ہوں جنہوں
نے میرے جذبات کو احساس کی شکل میں مرتب و مرصع کرنے میں
میری ہمت افزائی فرمائی ۔

آخر میں میں ان تمام سرپرستوں، اہل علم و اہل ذوق
حضرات سے التماس کرتا ہوں کہ وہ میرے مجموعۂ کلام
احساس کے بارے میں اپنی قیمتی و زرین آراء سے نوازیں گے ۔

زاہد قریشی

۲ اپریل ۱۹۸۳ء
م ۲۱ جمادی الثانی ۱۴۰۳ھ

حمد

تعریف کیا بیاں ہو تصور محال ہے
روشن ہے تجھ پہ جو ترے بندہ کا حال ہے

ہونا وہ خاکِ طور کا موسیٰؑ کے روبرو
یا رب ترے جلال کی ادنیٰ مثال ہے

زاہد

گیارہ

انکس

نعتیہ کلام

ہیں امّت کے رہبر ہمارے محمدؐ
گداؤں کے داتا سہارے محمدؐ

قرآن جن پہ نازل ہوا ہے مکمل
حلیمہؓ کی آنکھوں کے تارے محمدؐ

بلایا جنھیں حق نے عرشِ بریں پر
خدا کو ہیں بس سب سے پیارے محمدؐ

جسے انبیاء کی امامت ملی ہے
وہ ہیں عرشِ اعلیٰ کے تارے محمدؐ

مٹائی ہر باطل کی ظلمت سراسر
وہ تنویرِ حق ہیں ہمارے محمدؐ

اخلاق

یتیموں کو اپنے گلے سے لگا کر
بنے بے کسوں کے سہارے محمدؐ

حکومت دو عالم پہ تھی اُن کی زاھد
فقیری میں پھر بھی گذارے محمدؐ



الک قمت   پندرہ



قرآں کہہ رہا ہے حق کا پیام تم ہو
ہم بیکسوں کے آقا خیرالانام تم ہو

ہر شے میں تم ہو شامل ہر سو تمہارے جلوے
دیکھوں کہاں کہاں میں عالم تمام تم ہو

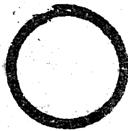
کی ابتداء تم ہی سے تم پہ ہی انتہا ہے
طیبہ کا ہو سویرا مکہ کی شام تم ہو

تم ہو حبیب رب کے تم سے ہے آس میری
نبیوں کو ناز تم پہ عالی مقام تم ہو

اُمّی لقب ہے تیرے کی ہے نبیوں کی رہنمائی
ہو آخری نبی تم سب کے امام تم ہو

آصلہ یہ حسن کی حق نے عشرش برس میں سمجھایا
حق نے کیا ہے حسن کا خود اہتمام تم ہو

محشر کے روز زاہد یہ گر نہ خوف کھانا
بخشوائیں گے وہ تم کو حسن کے غلام تم ہو



نہ سمجھو ہے نہیں کوئی ہمارا
محمد مصطفیٰ ﷺ کا ہے سہارا

مدد فرمائیے امت کی آقا
کہ تم ہو بے سہاروں کا سہارا

حبیب رب ہو محبوب خدا ہو
کرم کا کیجیے بس اک اشارہ

صدا دی ہے تمہیں کو لاج رکھ لو
پکارا جب بھی تم کو ہی پکارا

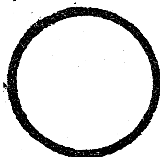
خدائی ہے تمہاری تم خدا کے
کہ امت پہ کرم کا ہو اشارہ

بہت گھیرا ہے مجھ کو مشکلوں نے
مدد فرمائیے میری خدارا

دل زاہد کی بھی فریاد سن لو
دیا ہے آپ نے سب کو سہارا



احساس



یا نبیؐ آپ کی اِک نظر چاہیئے ۔ کچھ نہیں نسبتِ معتبر چاہیئے

دِل دھڑکتا ہے فرقت میں یوں رات دن ۔ کچھ دعاؤں میں لیکن اثر چاہیئے

رات دِن وقفِ فریاد ہوں یا نبیؐ ۔ کوئی فریاد کی رہ گزر چاہیئے

یوں تو ہر شئے نظر میں ہے لیکن حضورؐ ۔ آپؐ کو دیکھ لوں وہ نظر چاہیئے

زندگی ختم ہونے سے پہلے مری ۔ اِک مدینہ کا مجھ کو سفر چاہیئے

سر یہ زاہد جھکائے کہاں دربدر
اِس کو طیبہ کا ہی سنگِ در چاہیئے

نصیبوں کو پل میں جگا دینے والے ٭ محمد ہیں بگڑی بنا دینے والے

نگاہِ کرم اک ادھر بھی خدارا ٭ مصیبت کا دامن چھڑا دینے والے

صدا میری سن لو کہ ہے اک بھکاری ٭ گداؤں کی دنیا بسا دینے والے

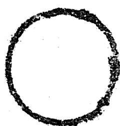
میں کیوں ہاتھ پھیلاؤں غیروں کے آگے ٭ کہ ہیں جب حبیبِ خدا دینے والے

جہنم کا کھٹکا نہیں دل میں میرے ٭ کہ ہیں مصطفٰے بخشوا دینے والے

کہاں تک اٹھائیں یہ غم زندگی کے ٭ غموں کو دلوں سے مٹا دینے والے

غمِ ہجر میں کوئی روتا ہے اکثر ٭ یہ اشکوں کو موتی بنا دینے والے

یہ زاہد کی بھی لاج محشر میں رکھنا



صدا جائے نہ بے اثر یا محمدؐ ٭ کرم کی ہو بس اِک نظر یا محمدؐ

بھٹکتا ہوں غم کے اندھیروں میں کب سے ٭ شبِ غم کی کب ہو سحر یا محمدؐ

ابھی سب چھٹیں گے غموں کے یہ بادل ٭ ذرا دیکھ لو تم اِدھر یا محمدؐ

کہاں جائے گی پھر یہ اُمت تمہاری ٭ نہ لو گے اگر تم خبر یا محمدؐ

بتاؤ کہ پھر کون پوچھے گا ہم کو ٭ بھُلا دو گے تم ہی اگر یا محمدؐ

زمانہ ہوا ہے اسی حال میں ہوں ٭ یہ زخمی ہے دِل اور جگر یا محمدؐ

بُلا لیجئے در پہ زاہد کو اپنے

پھرے کب تلک در بدر یا محمدؐ

تاریخ کہہ رہی ہے شہادت حسینؓ کی ؎ قائم ہے حشر تک یہ صداقت حسینؓ

امت پہ نانا جان کی قربان ہو گئے ؎ احسان کر گئی یہ محبت حسینؓ

ہیں فاطمہؓ کے لعل نواسے رسول کے ؎ کافر نہ جان پائے حقیقت حسینؓ

میدان کربلا میں تھا ماتم اٹھا ہوا ؎ دامن نہ چھوٹا صبر کا ہمت حسینؓ

سیراب سب لعین اور پیاسے امام تھے ؎ اے کاش کوئی جانتا حالت حسینؓ

ڈوبے ہوئے لہو میں گرے جس گھڑی حسینؓ ؎ اک شور تھا ماتم تھا شہادت حسینؓ

سجدہ میں سر کٹا دیا ذالک حسینؓ نے

یوں رشک بندگی تھی عبادت حسینؓ کی

تخلیق

غزل

بٹتا ہے یہاں درد، اجالوں کا شہر ہے
جینا بھی سلیقہ سے یہاں ایک ہنر ہے

کچھ لوگ یہاں ہنستے ہیں آہوں کو چھپا کے
سینے میں کبھی درد ہے اور نہ چاک جگر ہے

میں نے بھی دیکھا ہے ہر ایک راہ سے چل کر
کانٹوں سے سجی آج بھی ہر راہ گذر ہے

ڈستا ہے ہر ایک موڑ پہ تنہائی کا احساس
شاید میرے حالات پہ دنیا کی نظر ہے

غم خود ہی زمانہ کا زمانے کو بہت ہے
کیوں اور دکھاؤں میرا دامن ابھی تر ہے

اب درد بھی گھبراتا ہے رہنے کو میرے پاس
شاید کسی دشمن کی دعاؤں کا اثر ہے

زاہد نہ ڈرا تو مجھے بجلی کی چمک سے
گرتی ہے کہاں برق مجھے اس کی خبر ہے

●

آج گلشن کو نئے ڈھب سے نکھارا جائے
ساتھ ہی پھول کے کانٹوں کو سنوارا جائے

کچھ تو کانٹوں نے بھی پھولوں کی حفاظت کی ہے
اُن کے سینے کا بھی کچھ بوجھ اُتارا جائے

خون کلیوں کا جو لی پی کے جیا کرتا ہے
ایسے خونی کو تو پھانسی ہی پہ مارا جائے

زندگی آج بھی روتی ہے گھٹاؤں کی طرح
اُس کی پلکوں پہ بھی خوشیوں کو سنوارا جائے

چاند تک اپنی رسائی تو ہوئی ہے لیکن
کیوں نہ تاروں کو بھی دھرتی پہ اتارا جائے

دل کی راہوں میں تو مدت سے اندھیرا ہو رہا
روشنی لیکے وہاں کوئی تو تارا جائے

درد خود ہم نے زمانے کا لیا ہے **زاھد**
یہ کوئی بوجھ نہیں ہے جو اُتارا جائے

وقت کی دھوپ میں وہ کون کھڑا ہے لوگو
جس پہ زخموں کا ایک انبار پڑا ہے لوگو

وہ کوئی غیر نہیں اتنی خبر ہے مجھ کو
اپنے ہی دور کا انسان چھپا ہے لوگو

اپنی پلکوں کو ذرا مل کے اُسے دیکھ تو لو
ہاں اسی ڈھیر میں فنکار دبا ہے لوگو

نسلِ آدم کا لہو جب بھی بہا پلکوں سے
فن اُسی دور میں پیدا ہوا ہے لوگو

سنگ برسائے گئے ہیں تو اُسی پر اکثر
وقت کا اپنے جو آئینہ بنا ہے لوگو

ایک ذاکر ہی نہیں غمخوار بہت اور بھی ہیں
کیا زمانے نے انھیں یاد کیا ہے لوگو

انتخاب

رکھو تم آج سامنے علم و ہنر کی بات
چھیڑی ہے رہبروں نے حقوق بشر کی بات

دشمن یہیں کہیں پہ چھپے ہوں گے آس پاس
باہر نہ جانے دیجیے کبھی اپنے گھر کی بات

دیر و حرم کے قصے بہت عام ہو گئے
چھیڑو جناب شیخ کبھی چشم تر کی بات

ساری زباں کا مول ہے ان کی نگاہ ناز
اونچا مقام رکھتی ہے نیچی نظر کی بات

ہوتا ہے جب کہیں بھی وفاؤں کا تذکرہ
میں نے پسند کی ہے تیری رہ گزر کی بات

بیٹھے ہیں ہم بھی موج طلاطم کو موڑ کر
ساحل نہ کر تو ہم سے خدارا بھنور کی بات

انتل   اُنتیس

پیری کو جن کی روگِ سیاست نے کھا گیا

کیا خاک وہ سُنائے کسی کو ہنر کی بات

زاہد عجیب ہیں یہ تمہارے شہر کے لوگ

کرتے ہیں بے کسی میں بھی لعل و گہر کی بات

اشکش

تیئیس

دشمن کے ہوں آنسو یا رہیں یار کے آنسو
بہتے ہی رہے آنکھ سے فنکار کے آنسو

اس پر نہ ہنسو دوست، یہ ہی میرا زمانہ
چمکیں گے مرے دور میں فنکار کے آنسو

مسرور ہیں گل اور کلی چور نشے میں
لگتا ہے یہاں ٹپکے ہیں غمخوار کے آنسو

کھا جائیں گے خود مات وہاں لعل و گہر بھی
تُل جائیں کسی روز جو غمخوار کے آنسو

کب آنکھ میں آجائیں یہ محسوس نہ ہوگا
خاموش ڈھلک جاتے ہیں بیمار کے آنسو

ملنے پہ بھی آنسو تو بچھڑنے پہ بھی آنسو
ہوتے ہیں اس انداز کے دلدار کے آنسو

زاہد کبھی اشکوں سے پگھل جاتے ہیں پتھر
پتھر کو جگر دیتے ہیں مکار کے آنسو

کہوں کیسے کہ منزل ڈھونڈتا ہوں
میں خود منزل کا اپنی راستہ ہوں
وہ قطرہ ہوں جو دریا میں چھپا ہوں
ہر اک طوفاں میں خود کو دیکھتا ہوں
کرو نہ فکر میری اے کنارو
تلاطم سے میں اکثر کھیلتا ہوں
مجھے چھوا کریں اتنا نہیں دم
حوادث کو بہت پہچانتا ہوں
ہے کانٹوں سے مجھے کچھ خاص الفت
حقیقت پھول کی میں جانتا ہوں

کسی کی یاد تڑپاتی ہے زاہد
پلٹ کر جب چمن کو دیکھتا ہوں



سکونِ دل ہو میری روح کا قرار ہو تم

حسینِ پھول ہی کیا پھول کا نکھار ہو تم

تمہارے ذکر پر کھلتے ہیں پھول گلشن میں

بہار کیسے کہوں رونقِ بہار ہو تم

ملا کے تم سے نظر خود کو بھول بیٹھا ہوں

سرور حسن کا ہو عشق کا خمار ہو تم

یہ زلف کالی گھٹا اور چاندنی سا بدن

میرے خیال کا پیکر ہو شاہکار ہو تم

سوائے اہلِ قلم کے ہو اور کیا ذاھد

سنا ہے سارے زمانے کے غمگسار ہو تم

احساس

ذکرِ فصلِ بہار کرتا ہوں

دل کو یوں بیقرار کرتا ہوں

ہو مبارک بہار گلچیں کو

میں تو کانٹوں سے پیار کرتا ہوں

تیرے آنے کی اب نہیں امید

کیوں ترا انتظار کرتا ہوں

میں چراغِ وفا ہوں جل جل کر

رونقِ بزم یاد کرتا ہوں

غم میں لذت ہے عشق کی ذاھد

اس لیے غم سے پیار کرتا ہوں

غمِ حیات تجھے میں نے ہی پکارا ہے

تو بے سہارا پھرے کب مجھے گوارا ہے

دہائیں دے دلِ ناکام کو اے دردِ جگر

بُلا کے پاس تجھے دل میں جو اتارا ہے

یہ اور بات ہے پھولوں سے خار کم تر ہیں

گلوں کو خار کا لیکن بڑا سہارا ہے

بھری بہار میں گلشن سے خار چنتے ہیں

خزاں سے پیار ہے جس کو وہ دل ہمارا ہے

وہ ایک موج تلاطم سے کیا ڈرے زاہد

جو اپنی عمر تلاطم میں ہی گزارا ہے

ایک جھلک



غم نہیں دل کو تیرا سہارا نہیں

دل کو یہ احساس غم سے تو پیارا نہیں

زندگی میں ملے ہیں سہارے کئی

زندگی بھر کا کوئی سہارا نہیں

لوگ جیتے ہیں دنیا میں ایسے کئی

دل کو جن کے کسی کا سہارا نہیں

بے وجہ پاس میرے تو آنے لگی

زندگی تجھ کو میں نے پکارا نہیں

چھین کر دل وہ مجھ سے یہ کہنے لگے

دل ہمارا ہے ذاتی تمہارا نہیں

چھتیس

ارتحال

ابھرے کئی بدن تو گھٹے ہیں کئی بدن

خاکِ لحد کے نیچے دبے ہیں کئی بدن

جلتی ہوئی یہ لاشیں ہیں دیکھو قریب سے

دینے فریب خود کو سجے ہیں کئی بدن

دن کی کڑی یہ دھوپ جلاتی تو ہے مگر

ساون کی رات میں بھی جلے ہیں کئی بدن

ممکن ہے شب کی روشنی تاروں کی مات ہو

لیکن یہ روشنی میں بکے ہیں کئی بدن

خاکِ لحد میں ہو کے دفن یوں عیاں ہوئے

بن کے چمن میں پھول کھلے ہیں کئی بدن

زاہد ہر ایک پھول شہیدِ وفا کی یاد ہے

میدانِ کربلا میں کٹے ہیں کئی بدن



ہر ایک موجِ سمندر میری تلاش میں ہے
زمیں کا گھومتا چکر میری تلاش میں ہے

سکونِ دل کیلئے میں تو رک نہیں سکتا
زمانے بھر کا مقدر میری تلاش میں ہے

غلط ہے تیغ جو کہتے ہیں قتل گاہ میں ہے
امن کے نام کا خنجر میری تلاش میں ہے

میں آئینہ ہوں تیرے دور کا بچا لے مجھے
ہر انقلاب کا پتھر میری تلاش میں ہے

وفا پرستوں میں میرا بھی نام لکھ لیجئے
جفا پرست ستمگر میری تلاش میں ہے

اقتباس

اُڑتی

میرے خلوص کو دیوانگی وہ سمجھے تھے

اُنہی کی زلفِ معطّر میری تلاش میں ہے

یہ میرے عزمِ مکمّل کو دیکھ کر زاہد

ہر ایک عزم کا پیکر میری تلاش میں ہے



انتالیس   اُنچالیس



دورِ غم کی منزلوں سے جب نکل جاتا ہے دل
گرتے گرتے راہ میں خود ہی سنبھل جاتا ہے دل

کیا ضرورت روشنی کی زندگی کی راہ میں
زندگی کی شمع بن کر خود ہی جل جاتا ہے دل

گرم اشکوں سے کبھی جب موم پانی ہو گئے
~~کیا عجب ہے رنج و غم سے کر پگھل جاتا ہے دل~~

ذکر کوئی کرتے کرتے دھڑکنیں تھمتی ہیں جب
جیسے سورج شام کا ہو ویسے ڈھل جاتا ہے دل

غیر کی محفل میں اک شرمیلے دیکھا ہے کہیں
ذکر سنتے ہی تمہارا خود مچل جاتا ہے دل

کیا ہی زاہد عزم کامل کا اثر تو دیکھئے۔
شدتِ رنج و الم میں بھی بہل جاتا ہے دل

احساس

کس شوق سے کچھ دوست زمانے میں پھلے ہیں
ہم پھول کے دھوکے میں تو کانٹوں پہ چلے ہیں

ہم سے نہ زمانے کا وہ کردار چھپاؤ
ہم لوگ ہر اک دور کے ہمراہ چلے ہیں

کچھ ہم ہی نہیں دوست اجالوں کے پیمبر
سورج کی طرح ہم بھی سرِ شام ڈھلے ہیں

موجوں کے تھپیڑوں سے نہیں ڈوبنے والے
ہم وہ ہیں جو ظلم کی [illegible] باہوں میں پلے ہیں

راتوں کے اندھیرے ہیں نہ اور دن کے اجالے
گو لاکھ ملیں تجھ سے مری آہوں کے تلے ہیں

شاید کوئی دل کا مکیں آئے گا دل میں
کرنے کو اجالا یونہی ہر شام جلے ہیں

زاہد میرا یہ جو ماضی کی امانت
کس طرح کہوں میں کہ وہ ظلمت سے ڈھلے ہیں

قسمت سے ہمیں ایسا بھی اک دور ملا ہے
ہر کوئی یہاں موت کے سایہ میں کھڑا ہے

کچھ تم ہی بتاؤ مجھے یہ کیسی وفا ہے
انسان ہی انسان کا خریدار بنا ہے

ہر سمت تباہی کا یہ منظر ہے کہ کب تک
ہر ایک یہاں خود سے ہی یہ پوچھ رہا ہے

سیکھا ہے ہر اک شخص نے یاں ہنسنے کی ادائیں
ہر دل میں مگر درد کا طوفان چھپا ہے

تم ہی نہ کرو فکر یہ لکھو اسکو بچا لو
پرچم جو تعلق کا ابھی لے کے اٹھا ہے

جو درد کو اوروں کے بنا لیتا ہے اپنا
انسان حقیقت میں وہ انسان بڑا ہے

آغاز کے انجام سے گھبراؤ نہ ناصح
ہوگا وہی جو اپنے مقدر کا لکھا ہے

بنیالیس

اسنش

ہیں فسانے عجیب پھولوں کے
پھول خود ہیں رقیب پھولوں کے

پھول سے ہاتھ پھول کو توڑے
کوئی دیکھے نصیب پھولوں کے

اُن کا آنا غضب کا آنا تھا
اُڑ گئے رنگ غریب پھولوں کے

دوست پھر دشمنی ارے توبہ
خار جیسے قریب پھولوں کے

دل سے دِل کا ہو میل یوں ناصر
جیسے خوشبو قریب پھولوں کے



ایک حقیقت تھی جو نظر آئی
کیونکہ ہم کو وہ بے خبر آئی

دور چلتے رہے نہ تھکا ہے
ایک ایسی بھی رہ گذر آئی

ہم کو حاصل رہا ہے کرب جہاں
خوشی جانے کہاں کدھر آئی

فاصلہ موت و زیست کا اتنا
رات گذری ادھر سحر آئی

بھولتے کیسے ان کو ہم زاہد
نام سے جن کے آنکھ بھر آئی

اب اک دور اور آنے والا ہے ایسا کہ انساں جاہ و حشم بیچ دیں گے
بھڑک جائے گی آگ جسموں میں، شکم کے لئے اپنا شکم بیچ دیں گے

یہ عابد یہ واعظ یہ ملّا یہ پنڈت ذرا ان سے ہوشیار یہ ہیں لٹیرے
خدا ہاتھ آجائے اک بار ان کے، خدا کو خدا کی قسم بیچ دیں گے

میں ان پینے والوں سے یہ کہہ رہا ہوں، جو چھپ چھپ کے پیتے ہیں پیر و ولی کے
یہی حال گر عابدوں کا رہے گا، تو مے خوار بھی جام و جم بیچ دیں گے

زمانے کے یہ ہیں نہ ان کا زمانہ، زمانہ سے ان کو نہ مطلب ہے کوئی
زمانہ پہ ان کا اگر بس چلے گا، یہ سب دل کے دیر و حرم بیچ دیں گے

بتاؤں کیا آج کل زمانہ کی حالت، یہی ہے ترقی یہی ہے پلٹ
مسلمان بیچیں گے ایمان اپنا تو ہندو بھی اپنا دھرم بیچ دیں گے



دل پہ اُن کی نظر تو ہونے دو
دل کو دل کی خبر تو ہونے دو

خود پگھل جائیں گے یہ پتھر دل
آہ میں کچھ اثر تو ہونے دو

خود ہی دامن ملے گا اشکوں کو
پہلے چشمِ تر تو ہونے دو

کٹ ہی جائے گی شب کی تاریکی
میرے آنسو گہر تو ہونے دو

کھنچ کے آئیں گی منزلیں خود ہی
عزم کو راہبر تو ہونے دو

رنگ لائے گی خود وفا زاہد
اپنا خونِ جگر تو ہونے دو



ظلم کی حد سے گزرنا نہ ستانے والے
مٹ کے رہ جاتے ہیں اوروں کو مٹانے والے

یہ تو الزام نہ دے ہم نے جلایا ہے چمن
ہے نگہبانِ چمن آگ لگانے والے

بے بسی پر مری ہنستا ہے مگر اے صیّاد
تجھ کو چھوڑیں گے کہاں ظلم اٹھانے والے

میں تو شعلہ ہوں کسی وقت بھڑک سکتا ہوں
اپنے دامن کو بچا مجھ کو بجھانے والے

ہم سے تو ہو کے جدا پا نہ سکے گا منزل
ہم ہیں منزل کی تجھے راہ دکھانے والے





دردِ سینہ میں کوئی سوزِ الم رکھتے ہیں

یہ وہ دولت ہے جسے اہلِ قلم رکھتے ہیں

اب کوئی فرق نہیں رہبر و رہزن میں یہاں

جانے کس نقش پہ ہم اپنے قدم رکھتے ہیں

ایک محتاج دے محتاج کو ممکن ہی نہیں

یہ جہاں والے بھی کیا دستِ کرم رکھتے ہیں

خون نہ روئے تو وہ اشک کہاں سے لائیں

اپنے سینہ میں جو دشمن کا بھی غم رکھتے ہیں

ہم سے مت پوچھئے زاہد کہ زمانہ کیا ہے

ہم زمانے کے مقدّر کا بھرم رکھتے ہیں

قربان ایسے دوست کے ایسے حبیب کے
بن جائے جو جہاں میں سہارا غریب کے

پوچھے کوئی رئیس غریبوں سے حالِ دل
جیتے ہیں کس طرح یہ ہمارے نصیب کے

بیگانہ ہو رہے ہیں جو آدم کی نسل ہے
اِنسان سے اِنسان کے ہیں رشتے قریب کے

یوں دوستی کے پردے میں کرتے ہیں دشمنی
دعوے ہیں دوستی کے طریقے رقیب کے

پایا کوئی خوشی تو مِلا ہے کِسی کو غم
زاہد یہ جلتے رہتے ہیں جگر نصیب کے

اِلحاق



وفا کے نام پہ لٹتا ہے کوئی دیوانہ

نثارِ شمع یہ ہونے لگا ہے پروانہ

تمہاری بزم میں ہم بھی شریک تھے لیکن

نکالا ہم کو ہی محفل سے پیرِ میخانہ

ملی ہے ایک کو یاں تشنہ کام ہم ہی رہے

نصیب کا ہی نہ تھا اپنے کوئی پیمانہ

عجیب حال ہے اِن میکشوں کا اے واعظ

اٹھا لیا ہے انہوں نے سروں پہ میخانہ

ذرا بچا کے چلو ان سے شیخ جی صاحب

سرور ان میں ہے انداز ان کا رندانہ



تمہارے شہر میں مدت ہوئی مجھے رہ کر

تمہارے شہر میں اب تک بھی ہوں میں

مری وفاؤں کے چرچے تو عام ہیں لیکن

کہیں جفاؤں کا تیری بنے نہ افسانہ

نہیں ہے اس کے سوا اور کوئی سرمایہ

قبول کیجیے للہ دل کا نذرانہ

پکارتے ہیں اگر وہ تو لی بھی لو زاہد
بلا سے لوگ پکاریں جو تم کو مستانہ





نہ دل میرا نہ جاں میری ہے بس تو پاسباں میرا
نہ کوئی ہم سفر ہے نہ کوئی مہرباں میرا

سہارے پر ترے میں لے چلا ہوں اپنی کشتی کو
ہزاروں ہیں طلاتم اور تنہا کارواں میرا

ہوئی دشمن یہ کیوں بجلی خدا جانے ہوا کیا ہے
بنا ہے شاخِ گل پہ جب سے یارب آشیاں میرا

تمہارا ذکر پہ کھلتی ہیں کلیاں دل کے گلشن
تمہارا غم جلا دے نا کہیں یہ گلستاں میرا

جدائی میں کسی کی دل پہ ناھد کیا گزرتی ہے
گواہ ہیں چاند تارے راز داں ہی آسماں میرا



وہ کون سا بشر ہے جسے کوئی غم نہیں
کامل نہیں حیات جو رنج و الم نہیں

تاریکیوں کا خوف بھلا کیوں رہے ہمیں
آنسو ہمارے ماہ و انجم سے کم نہیں

یوں تو جہاں میں سیکڑوں اپنے رفیق ہیں
سہہ لے جو بھی جہاں کے ستم ایک ہم نہیں

کیا رنگ لائے دیکھیے اب شدتِ الم
غم کا دہکنا سینہ میں شعلوں سے کم نہیں

زاہد کسی کے عشق میں ہم نے خدا گواہ
ڈھیروں ستم اٹھائے مگر آنکھ نم نہیں



ہم پہ جو ظلم ڈھائے تیری رہ گزر میں لوگ
ٹھہرے ہیں آج بھی وہ ہماری نظر میں لوگ

دشمن کو اپنے گھر میں نظر کیوں نہ ہو بھلا
رہتے ہیں دشمنوں کی طرح اپنے گھر میں لوگ

اک ہم ہیں جو کہ بوجھ بنے ہیں زمین پہ
کچھ وہ بھی ہیں جو تلتے ہیں لعل و گہر میں لوگ

تنقید کس پہ آپ کریں گے جناب شیخ
اپنا مقام آپ ہیں علم و ہنر میں لوگ

دیتے ہیں طعنے ہم کو تمہاری جفاؤں کے
نشتر چلا رہے ہیں ہمارے جگر میں لوگ

خود کا نہیں ہے ہوش تو اوروں کا ہے ملال
زاہد عجیب ہیں یہ تمہارے شہر میں لوگ

المشتاق

بجوہن



دل کی حالت کیا بتائیں آپ کے جانے کے بعد
ہو گیا ویران گلشن پھول مرجھانے کے بعد

دل کی راہوں سے گزر کر آپ تو چلتے ہوئے
دل بہلتا ہی نہیں یہ لاکھ بہلانے کے بعد

دل جلوں سے دل لگی اچھی نہیں میرے رفیق
تو بھی تڑپے گا کسی دن مجھ کو تڑپانے کے بعد

وقتِ وارفتگی نے مجھ کو یوں بہکا دیا
قیس کو بھولے گی دنیا میرے افسانے کے بعد

میری ناکامی نے زاہد غم کو بخشی زندگی
درد کی لذت ملی ہے زخمِ دل کھانے کے بعد

اسحاق



دل جلانے کا کچھ شعور بھی ہے
جلنے والوں میں کوہِ طور بھی ہے

پھر بھی حسرت ہے تیر کھانے کی
یوں تو زخموں سے دل یہ چور بھی ہے

اُن کے جلوے تو عام ہیں لیکن
اپنی نظروں کا کچھ قصور بھی ہے

دل میں بستے ہوئے بھی یاد اُنکی
اپنے وہم و گماں سے دور بھی ہے

ناز و انداز اُن کے کہتے ہیں
کچھ حیا بھی ہے کچھ غرور بھی ہے

یہ کرشمہ ہے دستِ ساقی کا
آج مے میں ذرا سرور بھی ہے

دل کی دنیا میں آج اے زاہد
اُن سے رونق ہے اُن سے نور بھی ہے

حسن کے ذوقِ نظر کی تم ذرا حسنِ نظر دیکھو
کہ اُن کو دیکھ لیتی ہے جہاں دیکھو جدھر دیکھو

حقیقت دیکھنا چاہو اگر سارے زمانے کی
زمانے کو نہ دیکھو تم بہ دیدۂ دیگر دیکھو

یقیں آئے گا آخر کب تمہیں میری وفاؤں پر
گزر جائے نہ ساری امتحاں میں یہ سحر دیکھو

ملا کرتی ہے اُس کو اتنی جتنا ظرف ہے جس کا
کرشمہ ہے یہ ساقی کا یہ ساقی کی نظر دیکھو

کبھی تو رنگ لائے گی تمہاری کوشش زاہد
دُعا کر چکے ہو اب ذرا اس کا اثر دیکھو



تیری ہر اک نگاہ سوالی ہے — دل کی تو بات ہی نرالی ہے

~~کون سی بات کا جواب میں دوں — اُن کی ہر بات ہی سوالی ہے~~

تم مجھے بے وفا سمجھتے ہو — تم نے کیا بات دل میں پالی ہے

میری الفت کی ایک ڈالی میں — پتہ پتہ ہر ڈالی ڈالی ہے

کیا خزاں نے چمن کو کھایا ہے — ہر ایک ڈالی چمن کی خالی ہے

چلتے چلتے جو مڑ کے دیکھے ہے — یہ ادا تیری بھولی بھالی ہے

کھیل سمجھو نہ عاشقی زاہد

اس نے کتنوں کو مار ڈالی ہے

زندگی جس کو میں نے ہارا ہے
بس وہی زیست کا سہارا ہے

اس کو تم اجنبی سمجھتے ہو
اپنا کہہ کر جسے پکارا ہے

دو مجھے شوق سے ابھی غم دو
میں نے کب دردِ غم سے ہارا ہے

دل تو ہم سب کو دے نہیں سکتے
دے دیا اس کو جو ہمارا ہے

کیا بھروسہ ہی وقت کا ناہید
وقت ہی وقت کا ستارہ ہے

الجھن

اُلٹھ

الجھنیں اتنی عیاں ہیں تیری اک تصویر سے
تجھ کو بھی ہوگی شکایت اپنی ہی تقدیر سے

زلف برہم، زرد چہرہ آنکھ میں آنسو لیے
ہے مکمل غم کا پیکر درد کی تصویر سے

پھول سا چہرہ ہے لیکن تازگی گل سی نہیں
اب ہوا آزاد شاید کرب کی زنجیر سے

حسن پیکر جب بنایا کیوں دیا اتنے الم
تجھ کو بھی ہے ایک شکایت کاتبِ تقدیر سے

درد و غم تحریر میں لکھنے سے زائد فائدہ
کیا بدل سکتی ہیں تقدیریں تری تحریر سے

الحسن

اے حسن دُنیا ہر تیری قانون بدلتے دیکھا ہے

اہلِ عشق کی آگ میں ہم نے رنگ ہر اک کو جلتے دیکھا ہے

جب عشق میں کوئی مٹ جاتا ہے پاتا ہے وفا کی وہ منزل

دیدار کی خواہش تو نے کی اور طور کو جلتے دیکھا ہے

بھٹکایا زمانہ لاکھ مگر ایمان میں لغزش نہ آئی

یوں راہِ صداقت والوں کو اس راہ پہ چلتے دیکھا ہے

افسوس کہ پیاسے اصغرؓ کی یوں پیاس بجھائی جاتی ہے

پانی کے بدلے حلق پہ بس اک تیر کو چلتے دیکھا ہے

واللہ نہ پوچھو تم زاہد حالت وہ محبت والوں کی

ہر گام پہ اُن کی اُلفت کے نت نو رنگ بدلتے دیکھا ہے

اشتیاق اکٹھ

جتنے تارے ہیں نیلے گگن کے لیے

اتنے ساماں ہیں دل کی جلن کے لیے

تیرا غم، غم نہیں میرے من کے لیے

ایک کانٹا ہے میٹھی چبھن کے لیے

اور بھی چھٹ گئیں غم کی تاریکیاں

جب بھی شمع جلی انجمن کے لیے

بلبلوں کو تو نغمہ سرائی ملی

اور ہم رو رہے ہیں وطن کے لیے

ہم سے عظمت گلوں کی تو پوچھے کوئی

خون ہم نے دیا ہے چمن کے لیے

آشیش   بالٹھ

●

ظالم سہنے کی آخر کوئی حد بھی ہے
کتنے سر کٹ گئے ہیں امن کے

اُن سے ذرا ہٹ کر گلہ کرکے کیا فائدہ
بے رخی راس آئی ہے جن کے لیے

●

اختلاق

ترسٹھ

بڑے دل شکن ہیں کرم دوستوں کے
ہیں غفلت کے پردے بھرم دوستوں کے

یہ مطلب کے اندھے جفا کے ہیں پیکر
وفا میں بھی شامل ستم دوستوں کے

غرض کے پجاری ہیں لالچ کے بندے
نہیں اب قائل یہ ہم دوستوں کے

کوئی خار جب اپنے دامن سے الجھا
وہیں یاد آئے ستم دوستوں کے

خود اپنے ہی سایہ سے ہم خوف کھائے
جہاں یاد آئے کرم دوستوں کے

بہت ہی رہے رہو ان سے تنہا
نہ دشمن ہمارے نہ ہم دوستوں کے

خوش ہے وہ زاہد نہ پایا ہو کوئی
خوشی دوستوں کی نہ غم دوستوں کے

[illegible] چوٹھ

دل میں برچھی نظر کی اتر جائے گی

دل کو زخمی بہر حال کر جائے گی

خود بخود آپ آئیں گے ایک روز یوں

آہ دل کی میرے کام کر جائے گی

تم جو دیکھو ذرا مسکرا کے مجھے

میری برباد دنیا سنور جائے گی

کیا سناؤں تمہیں داستانِ الم

سُن کے رودادِ غم آنکھ بھر جائے گی

مجھکو زاھد نہیں دل کے لُٹنے کا غم

بے رُخی اُن کو بدنام کر جائے گی

احتجاج

پنٹو



ہم تو دیوانے ہیں بے خوف خطا کرتے ہیں
یہ کوئی جرم نہیں ہے کہ وفا کرتے ہیں

ہم نے کیا خاک کیا" دل کا ہی سودا تو کیا
لوگ دنیا میں بڑے کام کیا کرتے ہیں

بد دعا دے کے وہ ہنستے ہیں مری حالت پہ
لوگ کہتے ہیں کہ ہم روز دعا کرتے ہیں

جام و مینا کی کوئی بات تو بتائیے واعظ
قصۂ دیر و حرم روز ہوا کرتے ہیں

داد دیتے ہیں سخنور ہی سخن کی زاہد
اہل فن ہی ترے اشعار سنا کرتے ہیں

چھیا

احساس



آپ کی نظرِ عنایت چاہیے
زندگی میں کچھ تو راحت چاہیے

دل اگر فولاد کا بھی ہو تو کیا
آگ میں جلنے کی ہمت چاہیے

حسن کیوں مٹتا ہے راہِ عشق میں
عشق میں کچھ تو صداقت چاہیے

آپ مجھ پر کیوں مہرباں ہو گئے
اب ستم سہنے کو ہمت چاہیے

یاالٰہی غم کی کوئی حد بھی ہے
مسکرانے کی تو مہلت چاہیے

میکدہ میں آج زاہد آئے ہیں
چشمِ ساقی کی عنایت چاہیے

امتحان

سینٹر

اپنی محفل میں اُس نے کیا کہا ہوگا
ہاں میرے مقدر کا فیصلہ ہوا ہوگا

ہو گیا زمانے میں چرچا میری اُلفت کا
حال میرا سن سن کر وہ بھی ہنس دیا ہوگا

ہے وہ غم سے انجانا درد دل سے بیگانہ
اشک جب بہے ہوں گے جانے کیا ہوا ہوگا

حالِ دل جو کہتا ہے مسکرا کے پلکوں سے
شگفتہ ہو گیا پیکر اُس نے کیا کہا ہوگا

ڈھونڈھتے ہو گیا زاہد زندگی کا میلہ ہے
کل جو مل گیا تھا وہ آج کھو گیا ہوگا

ارتجال

از سمہ

●

حسرت سے کیوں یہ دیکھ رہا ہے جہاں مجھے

تو ہی بتا دے راز ہے کیا آسماں مجھے

آنے لگیں نزع کے عالم میں ہچکیاں

اب یاد کر رہا ہے کوئی مہرباں مجھے

دیر و حرم کے قصے بہت سن چکا ہوں میں

پھر کیوں سنا رہے ہو وہی داستاں مجھے

منزل پہ میری کیسے مجھے لا سکیں گے آپ

جب چھوڑ کے چلا ہے مرا کارواں مجھے

فانی ہر ایک شئے ہے زاہد جہاں کی

ممکن نہیں کہ ساتھ دے عمرِ رواں مجھے

احساس

اُنہتر

مدت سے میرے دل میں جو درد لیا ہے
کوچہ کا تیرے آج پتہ پوچھ رہا ہے

اب مجھ کو اندھیروں کا کوئی خوف نہیں ہے
راہوں میں اندھیروں کی میرا دل جو جلا ہے

احساس کی راہوں میں میرے ساتھ نہیں تم
قسمت نے کہاں جا کے مجھے چھوڑ دیا ہے

رہتا ہے بہت دُور جو اپنی نظر سے
لیکن وہ میرے دل کی ہی دھڑکن میں چھپا ہے

یہ کونسی دُنیا ہے کہاں رہتے ہو زاہد
دھوکہ ہے یہ نگری میں فریب اور دغا ہے

احتجاج

●

میری وفا کو کس سے بھلا اب جزا ملے
حسرت ہی رہ گئی ہے کوئی باوفا ملے

ہمت کو میری کاش ذرا حوصلہ ملے
ہر اک قدم پہ مجھ کو نیا مدعا ملے

پہنچا دے مجھ کو جو میری منزل کے روبرو
یا رب الٰہی ایسا کوئی رہنما ملے

آتی ہے سسکیوں کی صدا رو رہا ہے کون
دل کے قریب سے جو گزرتی صدا ملے

طوفانِ غم ہے دل کی ہی کشتی کے آس پاس
مشکل میں ایسی کون مجھے ناخدا ملے

زاہد میری حیات مسلسل کا کارواں
ہمت سے بڑھ رہا ہے ایسے راستہ ملے

الیکشن

اکرم ستمر

خشک پلکیں ہیں اور نظر تنہا
درد بھولا ہوا جگر تنہا

پوچھئے ہم سے بےبسی دل کی
شام تنہا ہے ہر سحر تنہا

ہم ہیں جو ساتھ خود کا دیتے ہیں
کون رہتا ہے اس قدر تنہا

بھول بیٹھے ہیں جب سے اُن کو ہم
ہو گئی دل کی راہ گذر تنہا

کون کس کا ہوا یہاں ناطق
ہو گیا ہے بشر بشر تنہا

جو دھواں فلک پہ ہے چھا گیا، وہ مرے ہی غم کا غبار
ہوئی دفن جس میں ہر اک خوشی یہ وہی تو اجڑا دیار

جو لہو سے سینچا ہے اپنے ہی نہیں چلتا اس کا چمن
تھا باغباں کو جو بے دخل یہ عجیب فصلِ بہار

اے جنونِ دل تجھے کیا کہوں نہیں عشق کی کوئی انتہا
نہ سکون وہ کبھی پا سکے، نہ مرے ہی دل کو قرار

مرے آنسوؤں کو نہ گن ابھی مرے حال پہ تو نہ کر نظر
یہی بے بسی یہی بے کلی، مری زندگی کا سنگھار

کبھی سر کو اپنے نہ خم کیا، میں ہوں ایسا زاہدِ با
یونہی عمر ساری گذر گئی، تہ خانۂ [illegible] کا خمار

کیسے کہوں مقدر کا انقلاب نہیں
سویرا ہو تو گیا میرا آفتاب نہیں

حسین یوں تو جہاں میں ہیں سینکڑوں لیکن
میری نظر میں تمہارا کوئی جواب نہیں

ترے بغیر چمن سے بہار روٹھ گئی؟
ہے یوں تو کہنے کو گلشن مگر شباب نہیں

جہاں کو ساتھ نہ لے کر جو چل سکے زاہد
یقین جانئے عزم ان کا کامیاب نہیں

احساس

جیوتیش متر



ہر کوئی یہاں افکار و خیالات میں گم ہے

لگتا ہے زندگی ہی سوالات میں گم ہے

وہ لوگ جنہیں ناز تھا خود عزم پہ اپنے

افسوس وہی لوگ روایات میں گم ہے

کچھ دور چلو ساتھ میرے تم کو دکھا دوں

احساس میرا کتنے سوالات میں گم ہے

سورج کی چمک ڈھونڈنے والو ادھر دیکھو

سورج کا اجالا تو مری رات میں گم ہے

بے وجہ نہ مقدر کو الزام دو
کچھ سلیقہ بھی ہے زندگی کیلئے

ظاہری سجدہ ریزی بڑی چیز ہے
دل یہ مومن کا ہو بندگی کیلئے

میں جہاں کے اندھیروں سے گھبراؤں کیوں
میرا دل ہے مجھے روشنی کیلئے

کیا کرے کوئی ظاہر میری رہبری
دل ہے کافی میرا رہبری کیلئے

احساس

بیچھے

اے فلک تو ستاروں سے کہہ دے زخمِ دل ہم سجائے ہوئے ہیں
اب ضرورت نہیں روشنی کی دل کی شمع جلائے ہوئے ہیں

دل غریبوں کا یوں ٹوٹتا ہے جیسے ڈالی سے ٹوٹے کوئی گل
دل کا دکھنا وہی جانتے ہیں، بارِ غم جو اٹھائے ہوئے ہیں

ہر طرف زندگی کا ہے ماتم، ہر طرف موت ہی گھومتی ہے
کون کس کو یہاں دے تسلی سب یہاں خوف کھائے ہوئے ہیں

تو کھٹکتا ہے خاروں کی مانند کون پوچھے تیرا حال زاہد
اب تو پھولوں سے اہلِ چمن بھی اپنا دامن بچائے ہوئے ہیں

احساس

ستمبر

تصویر تیری ان آنکھوں میں اس طرح چھپائے بیٹھے ہیں
کہ تیرا غم یوں راس آیا ہر غم کو بھلائے بیٹھے ہیں

کچھ وہ تھا زمانہ پھولوں کو سینہ سے لگایا کرتے تھے
کچھ یہ ہے زمانہ کانٹوں کو دامن میں سجائے بیٹھے ہیں

کیا جانے ہوا ہے کیا دل کو رہتا ہے وہ خود سے بیگانہ
جس دل پہ بھروسہ تھا ہم کو اس دل کو گنوائے بیٹھے ہیں

پوچھا ہے بہاروں نے گل سے کیا رازِ وفا ہے سمجھاؤ
کیوں خارِ چمن کے دامن میں ہم خود کو چھپائے بیٹھے ہیں

نظمیں



ہند کہتے ہیں جسے یہ ہی شہیدوں کا وطن

روح جوہر کی ہے اس میں ہے یہ حسرت کا بدن

لٹ گئے ہندوستان کے نام پر کیوں شاہ ظفر

یاد ہے جھانسی کی رانی دے گئی ہے اپنا سر

ان کی قربانی ہے باطل کو اجالے کی کرن

ہند کہتے ہیں جسے یہ ہی شہیدوں کا وطن

کوششیں سیگور کی اشفاق کا اس میں لہو

جستجو شوکت کی ہے آزاد کی ہے آرزو

تب کہیں جاکر بنا ہے یہ بھگت سنگھ کا چمن

ہند کہتے ہیں جسے یہ ہی شہیدوں کا وطن

آلِ تہ

احساس

جس وطن کی ہر رگوں میں خون ٹیپو کا رواں
اُس کی عظمت کیا بتاؤں کیا سناؤں داستاں

داستاں دہرا رہے ہیں مل کے دو گنگ و جمن
ہند کہتے ہیں جسے یہ ہے شہیدوں کا وطن

ذرّہ ذرّہ جانتا ہے اُن شہیدوں کا مقام
لینے کی جب ٹھان لی تھی دشمنوں سے انتقام

کانپ اٹھی تھی یہ زمیں، تھرا گیا نیلا گگن
ہند کہتے ہیں جسے یہ ہے شہیدوں کا وطن

کیسے بھولے گا زمانہ شاعرِ مشرق کو آج

جس نے ہندوستان کو پہنا دیا عزت کا تاج

سر بلندی پر ہی جس کی سر جھکاتا ہے گگن

ہند کہتے ہیں جسے یہ ہے شہیدوں کا وطن

دشمنِ انسانیت کا سر کچلتے جائیے

نفرتوں کی آندھیوں کا رخ بدلتے جائیے

راہ گاندھی کی ملی ہے اور نہرو کا چلن

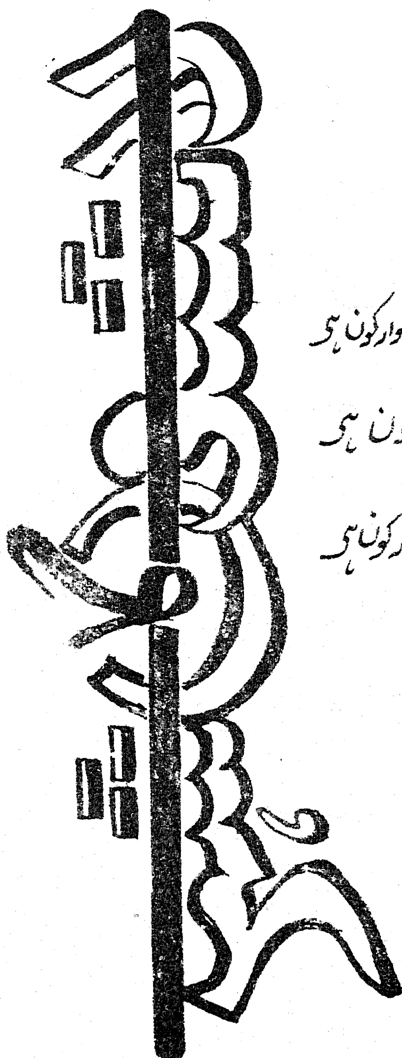
ہند کہتے ہیں جسے یہ ہے شہیدوں کا وطن

اُنتالیس

لعل جس کا ہے بہادر اس پہ ذاکر کی نظر
مقصد جمہوریت کے واسطے تھے یہ گہر
کچھ پیامِ زندگی بھی دے گئے رادھا کشن
ہند کہتے ہیں جسے یہ ہے شہیدوں کا وطن

کتنے ویروں کی دی قربانی وطن کے
کتنے اشکوں کو بہایا ہے چمن کے وا
تب کہیں زنجیر ہوئے آزاد یہ گنگ
ہند کہتے ہیں جسے یہ ہے شہیدوں

۱ محمد علی جوہر، ۲ حسرت موہانی، ۳ بہادر شاہ ظفر، ۴ کاشمی باد
۵ رابندر ناتھ ٹیگور، ۶ اشفاق حسین اشفاق، ۷ شوکت علی
۸ مولانا ابوالکلام آزاد، ۹ بھگت سنگھ، ۱۰ ٹیپو سلطا
۱۱ علامہ اقبال ۱۲ مہاتما گاندھی ۱۳ پنڈت جواہر لعل نہ
۱۴ لال بہادر شاستری ۱۵ ڈاکٹر ذاکر حسین ۱۶ ڈاکٹر رادھا



ہندو کا لہو یا مسلمان کا لہو
پانی کی طرح بہہ گیا انسان کا لہو

اب آپ سوچیئے کہ سزاوار کون ہے
قاتل ہے کون اور گنہگار کون ہے
غدار کون اور وفادار کون ہے

سر کٹ گیا کسی کا لوٹا ہے کسی کا گھر
حافظ تھے کون قوم کے پوشیدہ تھے کدھر
یہ دیس ہے امن کا لاشوں کا ہے شہر

گیتا کے نام کرتے ہو قرآن کا لہو
پانی کی طرح بہہ گیا انسان کا لہو
ہندو کا لہو ہو یا مسلمان کا لہو

چراغ محبت کو ہر سو جلاؤ
زمانے کو تہذیب اپنی بتاؤ
زمانے کو الفت کی راہیں دکھاؤ
نیا سال آیا ہے خوشیاں مناؤ

نیا سال آیا ہے خوشیاں مناؤ

دلوں سے کدورت و نفرت مٹاؤ
ہر ایک دل میں اپنی محبت جگاؤ
زمانے کو انسانیت تم سکھاؤ
دشمن بھی ہو گر تو اپنا بناؤ
نیا سال آیا ہے خوشیاں مناؤ

اپنے وطن کی عظمت تم ہی ہو
عزت و حرمت و دولت تم ہی ہو
مٹا دو گے ظلمت و طاقت تم ہی ہو
برائی سے ہر وقت دامن بچاؤ

نیا سال آیا ہے خوشیاں مناؤ

بزرگوں کی تعظیم و عزت کرو تم
جو معذور ہیں اُن کی خدمت کرو تم
چھوٹوں کو دل سے محبت کرو تم۔
یہ پیغام دنیا کو اب تم سناؤ

نیا سال آیا ہے خوشیاں مناؤ



مبارک تمہیں دوستو دن خوشی کے
کہ راس آئیں تم کو طریقے دوستی کے

بہت تم نے پایا نہ آنسو بہانا
جہاں بھی رہیں تم سدا مسکرانا
اندھیرے گئے دن ہیں روشنی کے
مبارک تمہیں دوستو دن خوشی کے

کبھی ساتھیوں کو نہ تم بھول جانا
وفاؤں سے ہرگز نہ دامن بچانا
گذر جائیں الفت میں دن زندگی کے
مبارک تمہیں دوستو دن خوشی کے

بھٹکے جو انساں وہ انساں نہیں ہے
زمانہ تمہارا مہرباں نہیں ہے
چراغاں کرو تم اپنی خودی سے
مبارک تمہیں دوستی دن خوشی کے

اسٹاج سَتیاستی

منظوم نامہ

کربل کی کہانی بھی کیا غم کی کہانی ہے
اس خاک میں پوشیدہ پیاسوں کی جوانی ہے

پوچھے تو کوئی اُن سے کیوں سر کو کٹایا ہے
آواز فلک دے گا یوں حق کو نبھایا ہے

آکاش کی پلکوں سے اشکوں کی روانی ہے
اس خاک میں پوشیدہ پیاسوں کی جوانی ہے

وہ لعل ہیں زہرہؑ کے حیدرؑ کے دُلارے ہیں
وہ دیں کے رہبر ہیں، امت کے سہارے ہیں

کربل کی کہانی بھی کیا غم کی کہانی ہے
اس خاک میں پوشیدہ پیاسوں کی جوانی ہے

احسن　　　　اٹھیاسی

قطعات

احساس

انور

اپنے ہاتھوں ہی جسم کو اپنے سمیٹے ہوئے کوئی ٹھونٹھ نہ بوٹی کی طرح

ایک شبنم کے قطرہ کی کرن سی جھلملاتی ہوئی چاندنی کی طرح

اپنے سجدوں پہ وہ ناز کرتے رہیں وہ فرشتے ہیں ان کو جنت ملے

ہم گنہگار ہیں اس کے محتاج ہیں آدمی ہیں فقط آدمی کی طرح

اریکشن نوٹ

●

نہ ہوگی یہ غم کی سحر دیکھ لینا
محبت کا اپنی اثر دیکھ لینا
میری زندگی کی دعا نہ کرو تم
دعا جائے گی بے اثر دیکھ لینا

خود پرستم یہ کیا کیئے جا رہے ہو تم
دامن میں اپنے پھول لیئے جا رہے ہو تم
مل کر گلے یہاں تو الم بانٹتے ہیں لوگ
کس سے خوشی کی آس کیئے جا رہے ہو تم

کہتے ہیں جسے الفت یہ غم کا ترانہ ہے
رنگین یہ دھوکہ ہے آہوں کا فسانہ ہے
تصویرِ وفاؤں کی بن کر بھی اگر آؤ
بدنام کیا کرنا دستورِ زمانہ ہے

ذکر کانٹوں کا بات کانٹوں کی
ہجر کی رات' رات کانٹوں کی
پھول کا کیا قیام گلشن میں
ہے بھروسے کی بات کانٹوں کی

—

احساس

میں مشتِ خاک ہوں لیکن کائنات ہوں میں
ہزار بنتے ہیں قصے میرے فسانے سے

شرابِ عشق کو پی کر میں مست ہوں زاہد
نہیں ہے کام مجھے مطلبی زمانے سے

حسن کو ماہتاب کہتے ہیں
عشق کو لاجواب کہتے ہیں
حد سے بڑھ جائے جب جنونِ وفا
اس کو زاہد عذاب کہتے ہیں

انتخاب

تراویتے

دامن دامن پھیلی آگ گلشن گلشن خار ہوئے
سورج کی کرنوں کے سائے جسموں کے بیوپار ہوئے

غیروں سے کیوں کیجئے شکایت اپنوں نے گھر لوٹا ہے
دشمن جن کو سمجھا کیئے ہم وہ اپنے غمخوار ہوئے

ہر کوئی اپنے آپ سے یوں بدحواس ہے
لگتا ہے ہر نگاہ میں صدیوں کی پیاس ہے
کس منہ سے کیجئے حسن و تبسم کا تذکرہ
مدت سے زندگی کا ہی چہرہ اداس ہے

چوراہوے

آنکھ نم ہے لب پہ شکوہ کیوں کسی کے واسطے
لٹ رہے ہیں لوگ کتنے زندگی کے واسطے
گر اصولِ زندگی ز انقدر سمجھ لے آدمی
زندگی مشکل نہیں ہے آدمی کے واسطے

آنسو سمجھ کے آنکھ سے مجھ کو گرا دیئے
نکلی غرض تو خاک میں ہم کو ملا دیئے

لو آج ہم نے توڑ دیا رشتۂ امید
جس دل پہ نقش تھا وہی دل جلا دیئے

احسن علی   پہچانو تے

کون کہتا ہے غم سے ڈرتا ہوں
زندگی کے الم سے ڈرتا ہوں

لوہا لوہے کو کاٹ دیتا ہے
دوستوں کے کرم سے ڈرتا ہوں

یاد آتی ہیں الجھنیں دل کی
تیری زلفوں کے خم سے ڈرتا ہوں

میرا غم میرا ہی رفیق ہے میں کسی بھی دل کی صدا نہیں
ابھی کیوں جگر سے اٹھے دھواں ابھی دل جلا ہے بجھا نہیں

●

دولت کے لیے آج میں فن بیچ رہا ہوں
محبوب میرے تیرا بدن بیچ رہا ہوں

احساس کی میت پہ اڑایا کفن جو ــــــ
لفظوں کا کفن تھا وہ کفن بیچ رہا ہوں

●

کئی رنج و غم ملے ہیں مجھے اک ہنسی کے بدلے
ہے قائم یہ دھوکہ یہاں دوستی کے بدلے

یہ شہر ہے ظالموں کا یہ ہے خونیوں کی بستی
یہاں موت ہی ملے گی تجھے زندگی کے بدلے

[illegible] [illegible]

●

چمن والے چمن کو اس طرح برباد کرتے ہیں
کہ دامن سے گلوں کے خار کرتے ہیں

زباں اپنی ہے، دل اپنا کریں کیوں التجا آخر
نہیں ہے حوصلہ جن میں وہی فریاد کرتے ہیں

●

مکرر کام شبنم کا نام گلشن کا مکرر
مکرر تم ہی سمجھو مقام گلشن کا مکرر

مکرر خار تو خار پھول تک بیزار مکرر
مکرر کچھ تو بدلو نظام گلشن کا مکرر

وفاؤں کو میری تم کیوں سمجھ بیٹھے ستم ظرفی
ستم بلبل پہ اکثر دوستو صیاد کرتے ہیں
حقیقت تو یہ ہے زاہد محبت اس کو کہتے ہیں
بھلایا ہم کو جس نے ہم اسی کو یاد کرتے ہیں



ابتدا زیست کی اذاں سے ہوئی
زندگی صرف نماز تک پہنچی

مختصر داستاں حیات کی تھی
لیکن یہ بھی دراز تک پہنچی



ننانوے

احسان

○

حیرت میں باغباں ہے چمن کو سنوار کے
گردش میں آ گئے ہیں ستارے بہار کے

مانا ترے فراق میں کچھ بھی نہ پا سکا
کچھ لمحے کٹ گئے ہیں شبِ انتظار کے

●

سب نے دیکھا ہے پھول کا کھلنا
کس نے دیکھا ہے خار کا ماتم

خون ٹپکے گا اس کی پلکوں سے
جس نے دیکھا ہے ہجر کا عالم

o

یہ سچ ہے شاخ سے ٹوٹی ہوئی کلی کبھی نہیں کھلتی
وہ شیشہ ہی نہیں جڑتا جو گر کر ٹوٹ جاتا ہے

اب سنبھل جاؤ اہلِ سفینہ وقت انگڑائی لینے لگا ہے
کل تک تو کنارے سے تھے ہم اب طلاطم سے آگے بڑھی ہے

●

نگاہِ بد سے یارب ہر کسی کو تو بچائے رکھ
نظر سے گھر تو کیا اُجڑے کہ پتھر ٹوٹ جاتا ہے

کیا قیامت ہے گلشن پہ لوگو، پھول ہے ہر کلی مل رہی ہے
ایسے لگتا ہے پھولوں کی جیسے زندگی مختصر ہو گئی ہے

●

اُس پار کوئی ڈوب گیا ہوگا سفینہ

روتی ہے ہر ایک موج کناروں سے لپٹ کے

جس دل میں وہ آئے تھے کبھی دل وہ کہاں ہے

کچھ نقش رہے ہیں وہاں، راہوں سے لپٹ کے

حسنِ دنیا فریب ہے ناداں

زندگی کا نشیب ہے ناداں

غیر کے عیب پہ تو رکھ نہ نظر

عیب چننا بھی عیب ہے ناداں

احساس

●

کون سے جرم کی یہ مجھ کو سزا دیتے ہیں

مرنے والے کو جو جینے کی دعا دیتے ہیں

میرے دامن میں تو کانٹوں کے سوا کچھ بھی نہیں

اور ہیں وہ جو محبت کا صلہ دیتے ہیں

●

دل کی دھڑکن کی طرح رہتے ہو میرے دل کے پاس

کون کہتا ہے کہ تم کو بے وفا سمجھا ہوں میں

ڈر ہے تم پر تہمتوں کے آئے نہ پتھر کہیں

تم کو اپنے ذہن و دل کا آئینہ سمجھا ہوں میں

●

محبت چیز اچھی ہے مگر دل ٹوٹ جاتا ہے

ہزاروں درد ملتے ہیں کوئی جب چھوٹ جاتا ہے

یہ میری بدنصیبی ہے کہ تاروں کا مقدر ہے

جسے اپنا سمجھتا ہوں، وہ تارا ٹوٹ جاتا ہے

اشک شبنم کے چمن پر جو بکھر جاتے ہیں

پھول بن کر کسی گیسو میں سنور جاتے ہیں

کوئی ہنستا ہے کوئی اشک بہاتا ہے یہاں

دن تو اے دوست بہر حال گزر جاتے ہیں

الٰہی میرے محسن کو تو لطفِ بندگی دے

اسے جذبہ جاں نثاری کا دلوں کو تازگی دے

نہیں پوشیدہ تجھ سے حالِ زارِ کچھ کرم فرما

سکونِ قلب دے اس کو شعورِ بندگی دے

○

[illegible]